الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

منکرینِ رسالت کے مختلف گروہ



از

علامہ ارشد القادری

حاشیہ

مفتی محمد غلام سرور قادری

ضیاء الدین پبلی کیشنز، کھارادر کراچی

۷۸۶

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

منکرینِ رسالت کے مختلف گروہ



از

علامہ ارشد القادری

حاشیہ

مفتی محمد غلام سرور قادری

ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا گروہ

منکرین رسالت کا سب سے پہلا گروہ ابو جہل، ابو لہب اور اس کے ساتھیوں کا ہے، دل سے لیکر زبان تک اور گھر سے لیکر میدانِ جنگ تک ان کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ انکار سے خالی نہیں ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ ان ظالموں نے رسالت کا کھلم کھلا انکار کیا بلکہ ان محسوس حقیقتوں کا بھی انکار کر دیا جن سے دعوئے رسالت کی سچائی پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ سنگریزے شہادت دے رہے ہیں، درختوں کی شاخیں سرنگوں ہیں۔ چاند نے اپنا سینہ شق کر دیا ہے۔ پتھروں کے جگر موم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ سنگدل سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اپنی شقاوتوں پر نازاں ہیں۔

سچ کہا ہے کسی دانا نے کہ عناد ایک ایسا حجاب ہے جس میں بصیرت ہی کی نہیں ماتھے کی آنکھ بھی چھپ جاتی ہے۔ معاند آدمی سوئی تو دیکھ سکتا ہے لیکن بو قبیس کا پہاڑ اسے نظر نہیں آسکتا۔

اس گروہ کا انکار اتنا واضح ہے کہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ خدا اور رسول کے تئیں بھی یہ منکر ہیں اور خلقِ خدا سے بھی ان کا انکار چھپا ہوا نہیں ہے۔ ان کے چہرے پر کوئی نقاب ہی نہیں ہے کہ اسے اٹھایا جائے۔

دوسرا گروہ

منکرین رسالت میں دوسرا گروہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔ اس گروہ کو قرآن منافقین[1] کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ خدا کی کائنات میں یہ اتنی پیچیدہ مخلوق ہے کہ اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے[2]۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مختلف انداز میں اس گروہ کی نشاندہی فرمائی ہے اور اس کے ذہن و فکر کا جغرافیہ اتنی وضاحت کے ساتھ نمایاں کر دیا ہے کہ اب سرحدوں کے امتیاز میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس گروہ سے اسلام کی وحدت کو جتنا شدید نقصان پہنچا، وہ ہماری تاریخ کی ایک خونچکاں داستان ہے، جمل اور صفین سے لیکر معرکۂ کربلا تک مقدس خونوں کی یہ بہتی ہوئی نہر انہی ظالموں کے ہاتھ کی کھودی ہوئی ہے۔

لہ منافقین اصطلاح اسلام میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اسلام میں ایک دروازے سے داخل ہوں اور دوسرے دروازے سے نکل جائیں۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں النفاق هو الدخول فی الشرع من باب والخروج عنه من باب (مفردات ص۵۰۲)

لہ اسلئے ان کی سزا بھی سب سے زیادہ ہے۔ اور وہ ہے درک اسفل یعنی سب سے نچلی دوزخ۔

آدمی کی فطرت یہ ہے کہ جب تک واقعہ عالم وجود میں نہ آجائے گزند پہنچانے والی چیزوں کو وہ کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا۔ منافقین کے بارے میں قرآن کی بار بار نشان دہی بلا وجہ نہیں تھی، لیکن ان لرزہ خیز واقعات کے بعد جو پہلی صدی میں رونما ہوئے یقین کر لینا پڑا کہ سب سے بڑا خطرہ اسلام کے لئے منافق کا وجود ہے۔

آستین میں سانپ بن کر چھپے رہنے کے لئے اس کے پاس سب سے محفوظ نقاب اس کا نمائشی اسلام اور مسلم معاشرہ کے ساتھ کلمۂ طیبہ کا اشتراک ہے کوئی ننگِ اسلام ہی ہوگا جو توحید و رسالت کے اقراری کو اپنا شریک اسلام نہ سمجھے اور اس کے لئے ایک مخلص بھائی کی طرح اپنے پر سوز دل کی وسعتوں کا دروازہ نہ کھول دے۔

بس یہی ہے وہ دامِ ہمرنگ زمیں جہاں آسانی سے ایک مسلمان کا شکار کیا جا سکتا ہے، لیکن قربان جائیے قرآنِ کریم کی بلاغت بے پایاں کے کہ اس نے منافق کے چہرے کا یہ نقاب ہی الٹ کر رکھ دیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ توحید و رسالت کا ہر اقراری تمہارے ایمان و اسلام کا شریک ہی ہو جائے، کچھ ایسے بھی توحید و رسالت کے اقراری ہیں جو اپنے اقرار کے باوجود منکرین کے زمرے میں شامل ہیں۔

چنانچہ منافقین کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک جگہ قرآن

فرماتا ہے -

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ؕ

اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ (اس اقرار کے باوجود بھی) مسلمان نہیں ہیں۔

توحید الٰہی اور عقیدۂ آخرت کے اقرار کے باوجود اس آیت میں ان کے مومن و مسلمان ہونے کی واضح طور پر نفی کر دی گئی ہے اب دوسری آیت میں رسالتِ محمدی کے اقرار کی حیثیت ملاحظہ فرمایئے !

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

آپکے پاس منافقین آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں لیکن منافقین کے بارے میں اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔

اس آیت میں قرآن کے نمائشی اسلام کا پردہ اس طرح چاک کر دیا گیا ہے کہ ایک تار بھی باقی نہیں چھوڑا گیا۔ اب سمجھنا یہ ہے کہ وہ کس بات میں جھوٹے ہیں رسول تو اپنی جگہ پر یقیناً رسول ہیں پھر آخر ان کا جھوٹ کیا ہے ؟

اہلِ تفسیر فرماتے ہیں کہ دراصل وہ جھوٹے اپنی شہادت میں ہیں یعنی اپنے ضمیر کے عقیدے کے خلاف گواہی دے رہے

ہیں دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے ایسا اقرار یقیناً ایک جھوٹے آدمی کا اقرار ہے اور چونکہ خیالات کا اصل مرکز دل ہے اس لئے اعتبار دل ہی کے عقیدے کا ہوگا۔ زبان کے اقرار کی حیثیت بالکل ایک جھوٹے ترجمان کی ہوگی۔

قرآن کی اس تنبیہہ سے معلوم ہوا کہ دل کی چوری پکڑی جانے کے بعد زبان کا کلمہ بھی کلمہ نہیں رہ جاتا۔ نبی کی طرف سے دل میں عناد رکھ کر کوئی لاکھ اقرار کرلے اُسے منکرین ہی کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

آپ جب اس امر کی تفتیش کرنے بیٹھیں گے کہ منافقین کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عناد کیا تھا۔ تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح کھل جائے گی کہ سرکار کی عظمت وشان سے وہ جلتے تھے، فضیلت وکمال کی کوئی برتری انہیں گوارا نہ تھی، ایسی تمام آیات سن کر وہ ابو جہل ہو جاتے تھے جو جلالت شانِ رسول کی ترجمان ہیں۔

ان کے دل کی اس کیفیت کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ	ان کے دلوں میں (جلن کا) روگ ہے تو اللہ تعالےٰ نے (اپنے رسول کی رفعت وعظمت کا اظہار کر کے) اور ان کے روگ میں اضافہ کردیا ہے۔

حضور کے علم وفضل کا انکار، حضور کی شان تصرف کا انکار، حضور

کی عظمت و برتری کا انکار، اس طرح کے بے شمار انکاروں کے ساتھ وہ رسالت محمدی کے اقرار کا رشتہ جوڑنا چاہتے تھے۔ قرآن نے اسی حرکت پر انہیں تنبیہہ فرمائی کہ لوازم رسالت کے انکار کے ساتھ رسالت کا اقرار کبھی جمع نہیں ہوسکتا۔ ؎۱

یہاں ضابطہ کے طور پر یہ بات اپنی قوت حافظہ سے منسلک کر لیجئے کہ رسالت کا منکر وہی نہیں ہے جو برملا رسالت کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ وہ بھی منکرین ہی کے زمرے میں ہے جو ایک طرف رسالت کا اقرار کرتا ہے اور دوسری طرف منصب رسالت کے لوازم سے دل میں عناد کا جذبہ رکھتا ہے ایسے لوگوں کا پردہ فاش کر کے عوام کو ان کے دل کی چوری سے باخبر کرنا کتاب الٰہی کی سنت ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اس گروہ کی شاخیں قیامت تک پھوٹتی رہیں گی۔ چنانچہ آج بھی قرآنی حقائق کی روشنی میں اگر حالات و واقعات کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تو منکرین رسالت کی مختلف شاخیں آج بھی مذہبی دنیا میں موجود ہیں۔ جو اپنے چہرے پر نمائشی اسلام کا نقاب ڈالے ہوئے ہمارے معاشرے میں بار پا گئی ہیں۔

ذیل میں ان کی نشاندہی اس لحاظ سے بے حد ضروری ہے کہ صحیح اسلام کو عزیز رکھنے والے ان کے فریب سے اپنے آپ

؎۱ کیونکہ یہ مسلم بات ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا نفی اس کے لوازمات کے ہمراہ ہوا کرتا ہے (ثبوت لازم، ثبوت ملزوم و نفی لازم نفی ملزوم کو مستلزم ہے۔

کو بچا سکیں۔

پہلی شاخ

ہندو پاک میں مختلف مقامات پر ایک گروہ[1] پھیلا ہوا ہے جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتا ہے وہ برملا رسول کی اطاعت کا منکر ہے، کیونکہ کھلم کھلا وہ تمام حدیثوں کا انکار کرتا ہے اور انہیں قابلِ عمل نہیں سمجھتا حالانکہ کسی کی اطاعت اس کے احکام و فرائض کے علم کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول کے احکام و فرائض کے جاننے کا ذریعہ ہمارے پاس احادیث کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔

آیاتِ قرآنی کے مطالب کے سلسلے میں وہ رسول کی تشریحات پر بھی اعتماد نہیں کرتا وہ یہ حق مرکز ملت کو دیتا ہے۔ واضح رہے کہ مرکز ملت سے اس کی مراد جماعت کا سربراہ ہے۔

گذشتہ مباحث کی روشنی میں اب یہ بتلانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اطاعتِ رسول کا انکار دوسرے لفظوں میں منصبِ رسالت

---

[1] پاکستان میں اس کی مثال میں فرقہ پرویزیہ کو پیش کیا جاسکتا ہے جو طلوع اسلام کے نام سے ادارہ چلا رہا ہے اس کا بانی غلام احمد پرویز ہے بہت سے پڑھے لکھے کہلانے والے اپٹوڈیٹ حضرات اسکے جال میں پھنسے ہیں۔

ہی کا انکار ہے، لیکن طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس انکارِ صریح کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ کلمے میں اشتراک کے مدعی ہیں۔ تاہم اتنا غنیمت ہے کہ وہ اپنے دل کے مرکزی خیالات پر کوئی پردہ نہیں ڈالتے۔ اطاعتِ رسول اور احادیث سے انکار کا وہ کوئی گوشہ چھپا کر نہیں رکھتے انہوں نے اپنے آپ کو دوپہر کے اجالے میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ وہ جیسے ہیں سب کے سامنے ہیں۔ اس لئے ہمیں انہیں منکرینِ رسالت کے زمرے میں شامل کرتے وقت کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

اب آگے والی سنیئے:-

دوسری شاخ

یہ گروہ قادیانیوں کا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے یہ گروہ بھی اس معنیٰ میں رسالت کا منکر ہے کہ یہ "شرک بالرسالۃ" کا قائل ہے کیونکہ شرک چاہے الوہیت کے ساتھ ہو یا رسالت کے ساتھ بہرحال وہ انکار ہی کے ہم معنی ہے۔ آخر کفارِ مکہ بھی تو خدا کی الوہیت سے مطلقاً انکار نہیں کرتے تھے۔ ان کا انکار جو کچھ تھا وہ یہی تھا کہ خدا کے ساتھ ساتھ ہمارے یہ اصنام بھی منصبِ الوہیت میں شریک ہیں۔ ان کے اسی شرک کو قرآن کریم نے انکار سے تعبیر کیا ہے۔

۱ اسی طرح قادیانیوں کا گروہ بھی رسالت محمدی سے مطلقاً انکار نہیں کرتا اس کا اصرار صرف اس بات پر ہے کہ مرزا غلام احمد کو بھی رسالتِ محمدی میں شریک مان لیا جائے۔

ہمارا کہنا ہے کہ چاہے صاف لفظوں میں رسالتِ محمدی کا انکار نہ سہی لیکن "شرک بالرسالۃ" کا یہ ادعا بھی تو انکار ہی کے ہم معنی ہے قادیانی گروہ صرف رسالت ہی کا منکر نہیں ختم رسالت کا بھی منکر ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ منکرِ رسالت کے لئے ختم رسالت کا انکار لازمی ہے۔ رسالت کے انکار کے ساتھ ختم رسالت کا عقیدہ کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔ قادیانی گروہ کو عقیدۂ ختم رسالت سے انکار کی ضرورت یوں بھی پیش آئی ہے کہ بغیر اس کے کسی نبی کو ڈھالنا ناممکن ہے۔ اس راز کو سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے بالکل ظاہر ہے کہ جب تک دروازہ مقفل ہے کوئی داخل نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ اسے توڑا نہ جائے۔

لیکن وہ مقام جہاں ہمیں ان کی چوری پکڑنے میں تھوڑی سی زحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بھی تسلیم کرتے ہیں اسے مسیح موعود بھی کہتے ہیں اس پر وحی کے نزول کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور دوسری طرف اسلام قرآن کے ساتھ بھی اپنی وابستگی کا اعلان کرتے ہیں مسلمانوں کے ساتھ کلمۂ اسلام اور ضروریاتِ دین میں اشتراک کے بھی مدعی ہیں۔

ذیل میں ان کے مشرب کا ایک رُخ ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا رُخ

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ایک عربی خط میں لکھتا ہے۔

میرا اعتقاد یہ ہے کہ میرا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور میں کوئی کتاب بجز قرآن کے نہیں رکھتا اور میرا کوئی پیغمبر بجز محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں جو کہ خاتم النبیین ہے جس پر خدا نے بے شمار برکتیں اور رحمتیں نازل کی ہیں اور اس کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے گواہ رہ کہ میرا تمسک قرآن شریف سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی جو چشمۂ حق و معرفت ہے میں پیروی کرتا ہوں۔

اور ان تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو خیر القرون میں باجماع صحابہ صحیح قرار پائی ہیں۔ نہ ان پر کوئی زیادتی کرتا ہوں نہ ان میں کوئی کمی اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر میرا خاتمہ اور انجام ہوگا۔ اور جو شخص ذرہ برابر شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ (ترجمہ)

(انجام آتھم صـ۱۴۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ اعلان پڑھیے۔

میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو عقائد اسلامی میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو

مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔

میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ۔۔۔۔۔۔

اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے۔

(اعلان مورخہ ۲ ؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت صنہ ۲۰ ج ۲)

مرزا جی کا یہ اعلان بھی پڑھیے : ______

"ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا اور راست باز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں ۔ ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگی کے خلاف ہو۔"

(ایام صلح ٹائیٹل ص ۲)

اب مرزا جی کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیے۔ ______

"غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور علمی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان و زمین کو گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔"

(ایام صلح ص ۸۶)

اب آخر میں عقیدہ ختم نبوت پر مرزا جی کی ایک کھلی ہوئی تحریر پڑھیے :

"کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا ہے اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لئے اس کی تفسیر اپنے قول "لا نبی بعدی" میں واضح طور پر فرمادی ہے۔ اب اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیدیں گے اور یہ صحیح نہیں جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے درآنحالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرمایا۔"

(حمامۃ البشریٰ صہ ۲۴)

دیکھ رہے ہیں آپ! قادیانی مذہب کی اس دستاویز پر کہیں بھی انگلی رکھنے کی جگہ ہے؟ ادھر حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر سرکار مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ادھر حضرات صحابۂ کرام سے لے کر اہلِ سنت وجماعت کے سلف صالحین تک کوئی دامن بھی ایسا نہیں ہے جس سے غلام احمد لپٹا ہوا نہ ہو۔

حضور کے ختم نبوت کا بھی اعتراف ہے اس کا بھی اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی نبوت ورسالت کا مدعی ہے وہ کافر وکاذب ہے۔ دینداری کی انتہا یہ ہے کہ جو شخص بھی شریعت محمدی میں ذرا سی کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ اب بتائیے! ——— کیا اس سے بھی زیادہ کسی متدین،

صحیح الاعتقاد اور نکھرے ہوئے مسلمان کا تصور کیا جا سکتا ہے۔
لیکن اب حیرت و وحشت میں ڈوب کر تصویر کا دوسرا رُخ
ملاحظہ فرمائیے۔

دوسرا رُخ

مرزا جی لکھتے ہیں :۔

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جاوے
کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے
لیے بند ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۸۳)

دوسری جگہ مرزا جی کا ملفوظ یوں نقل کیا گیا ہے

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ
ہے، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں
تو اس لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو
ہم بھی قصہ گو ٹھہرے، کس لئے اسے دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے
ہیں۔"

(حقیقۃ النبوۃ ص ۲۷۲)

پہلے تو مرزا جی نے ختم نبوت کا دروازہ توڑا۔ اس کے بعد اپنی
نبوت کا آغاز یوں کرتے ہیں

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ

ہمارے سیدنا مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو وہ بلاشبہ بے دین اور مردود ہے لیکن اللہ تعالے نے ابتداء ہی سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے اظہار و اثبات کے لئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مخاطبات الٰہیہ بخشے جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی۔"

(چشمۂ معرفت ص ۳۲۴)

آگے چل کر یہ دعویٰ اور واضح ہو گیا۔ لکھتے ہیں ــــــــ

"مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔"

(ایک غلطی کا ازالہ۔ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

محمد رسول اللہ بننے کے لئے اب لفظوں کا حجاب بھی اٹھا دیا گیا۔ مرزا جی کے الفاظ یہ ہیں ــــــــ

"اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں۔ نہ نیا نبی نہ پرانا۔ بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔"

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء)

اب صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی کا اعلان سنیئے

"اس بات میں کیا کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالٰے نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ اور یہ اسی لئے ہے کہ اللہ تعالٰے کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔"

(کلمۃ الفصل)

جب مرزا جی معاذ اللہ محمد رسول اللہ ہی ٹھہرے تو اب ان پر ایمان لانے کا مرحلہ کتنا سنگین ہو گیا ہو گا ظاہر ہے، صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں ذرا ہم سری ملاحظہ فرمائیے

"اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیئے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے۔"

(کلمۃ الفصل)

محمد رسول اللہ کی طرح معاذ اللہ مرزا جی پر بھی درود بھیجنا ضروری ہے ذرا قادیانی کے یہ الفاظ پڑھیئے

"پس یہ آیت یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہ کی رو سے اور ان احادیث کی رو سے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ مسیح موعود (مرزا جی) علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پر بھیجنا از بس ضروری ہے۔

(رسالہ درود شریف مصنفہ محمد اسماعیل قادیانی صـ ۱۳۶)

درود و سلام کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان سے ایک اعتراض کا دلچسپ جواب سنیئے :۔

"بعض بے خبر ایک یہ اعتراض بھی میرے اوپر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت کے لوگ اس پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور دوسروں کا صلوٰۃ یا سلام کہنا تو ایک طرف رہا خود آنحضرت صلی علیہ وسلم نے (میرے متعلق) فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو پاوے میرا سلام اس کو کہے اور احادیث اور تمام شروح احادیث میں مسیح موعود کی نسبت صدہا جگہ صلوٰۃ والسلام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے پھر جب کہ میری نسبت نبی علیہ السلام نے یہ لفظ کہا، صحابہ نے کہا بلکہ خدا نے کہا تو میری جماعت کا میری نسبت یہ فقرہ بولنا کیوں حرام ہو گیا۔

(منقول از اربعین صـ ۲، ۶)

مرزا جی کے پاس قرآن کی طرح وحی الٰہی کا ایک نیا مجموعہ بھی ہے، جیسا کہ خود فرماتے ہیں

"میں جیسا کہ قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو میرے اوپر نازل ہوئی میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوئی وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اب مرزاجی کے وحی والہامات اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کے متعلق ایک مضحکہ انگیز عبارت پڑھیئے:۔

"قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود دونوں خدا تعالےٰ کے پیغام ہیں دونوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا قرآن کو مقدم رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور مسیح موعود (مرزاجی) سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں۔ کیونکہ حدیث ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نہیں سنی"۔

(اخبار الفضل قادیان ۳۰ر اپریل ۱۹۱۵ء)

اب دوسری عبارت پڑھیئے

"حضرت مسیح موعود (مرزاجی) نے فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔

اب اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ آپ (مرزاجی) محمد ہیں اور آپ کا محمد ہونا بلحاظ رسول اللہ ہونے کے ہے نہ کسی اور لحاظ سے۔

(۲) آپ کے صحابہ اس حیثیت سے محمد رسول اللہ ہی کے صحابہ ہیں جو اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی صفت کے مصداق ہیں۔

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۵۔ جولائی ۱۹۱۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کی خود اپنے قلم سے ایک مضحکہ خیز تحریر پڑھیئے۔

"صحیح بخاری، صحیح مسلم اور انجیل اور دانیئل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطورِ استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے اور دانیئل نبی نے میرا نام اپنی کتاب میں میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں" خدا کی مانند"

(حاشیہ اربعین ۳ ص ۲۰ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

حیرت بھری آنکھوں سے مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک اور دعویٰ پڑھیئے

"میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۶۲ ۔ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

قادیانی حضرات اپنے فرقہ کے علاوہ عام مسلمانوں کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ذیل کی عبارتوں میں پڑھیئے۔

پہلی عبارت

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا جی) کو نہیں مانتا وہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام

سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

دوسری عبارت

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔"

(انوار خلافت صفحہ ۹۰ مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان)

نبوت اور پیغمبری کا یہ سارا ڈھونگ جس معشوقہ افرنگ کی شہ پر رچایا گیا تھا اب ذرا اس کا بھی کچھ حال پڑھ لیجئے اپنے آقائے نعمت سرکارِ برطانیہ کی ستائش میں مرزا جی لکھتے ہیں ـــــ

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں، نہ شام میں نہ ایران نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔"

(اشتہار مرزا جی مندرجہ تبلیغِ رسالت ج ۶ صفحہ ۶۹)

مرزا جی کا ایک اشتہار اور پڑھیئے۔ شوق کی بے التفاتی کا شکوہ

"بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفتِ جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم رات دن کیا خدمت کر رہے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری خدمات کا قدر کرے گی۔"

(اشتہار مرزا جی مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص۲۹)

ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر ملکہ وکٹوریہ کو مرزا جی نے ایک عقیدت نامہ ارسال کیا تھا۔ اس کا جواب موصول نہ ہونے پر مرزا جی کا یہ ریمانڈ (یا رو ہائی) ملاحظہ فرمائیے ——

"اس عاجز کو وہ اعلیٰ درجے کا اخلاص اور محبت اور جوش اطاعت جو حضور ملکہ معظمہ اور اس کے معزز افسران کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا اندازہ بیان کر سکوں۔ اس سچی اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت ۶۰ سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرۂ ہند دام اقبالہم کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی۔ اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا۔ . . .

مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی ممنون نہیں کیا گیا۔

(ستارۂ قیصر ص۲ مصنفہ مرزا جی غلام احمد قادیانی)

کہانی کا اختتام

شروع سے آخر تک آپ نے یہ کہانی پڑھ لی ہوگی۔ اگر نہیں پڑھی ہے تو درخواست کروں گا کہ ایک بار ضرور پڑھیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دونوں رخ آپ کے سامنے ہیں ایمان و انصاف کو درمیان میں رکھ کر بتایئے کہ قرآن و اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی پرجوش وابستگی کا دعویٰ کیا انہیں ایک منکرِ رسالت کے انجام سے بچا سکتا ہے؟

اس حقیقت کا وجود کہ "کوئی کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی رسالت کا منکر ہو سکتا ہے۔" اب آپ کے لئے عقلی اور ذہنی نہیں رہا۔ دیکھنا چاہیں تو آپ اس معنوی حقیقت کو پیکرِ محسوس بھی دیکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آنکھ کھولنے کی زحمت گوارا فرمایئے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متفقہ طور پر اس گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے یہاں تک کہ دیوبندی فرقہ جس کا قادیانی گروہ کے ساتھ ایک معنوی رشتہ[1] ہے وہ بھی اس کے اسلام کو اسلام اور اس کے کلمے کو کلمہ تسلیم نہیں کرتا۔

قادیانی مذہب کی جو تفصیلات میں نے اسی مذہب کی کتابوں سے پچھلے اوراق میں سپردِ قلم کی ہیں ان سے مندرجہ ذیل نتائج پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

(۱) ——— رسالتِ محمدی کے انکار کا ایک پیرایہ یہ بھی ہے کہ ان کا کلمہ پڑھا جائے، ان کے اسلام سے اپنی وابستگی کا پرجوش اظہار کیا جائے اور جب لوگ مانوس ہو جائیں تو

---

[1] بلکہ بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کے معنے اور غلط معنی نکال کر مرزا غلام احمد کو دعویٰ نبوت کا موقع فراہم کیا ہے۔ رکماسیاقی بیانہ

رفتہ رفتہ ان کے ذہن و فکر کی زمین اپنے حق میں محفوظ کر لی جائے۔

ب ـــــ اس دور پر فتن میں مسلمانوں کی مذہبی حس اور دینی غیرت اس قدر مردہ ہو چکی ہے کہ ناممکن سے ناممکن دعویٰ بھی انہیں متزلزل کر سکتا ہے۔ اور ان کے معاشرے میں بڑے سے بڑے دجّال کو بھی قدم جمانے کی جگہ مل سکتی ہے، اسلام کے مفاد سے زیادہ سوسائٹی کا مفاد اب انہیں عزیز ہوتا جا رہا ہے مادی اعزاز سے لوجھل کسی بھی بھاری بھرکم آدمی کی ہلکی سی ضرب بھی ان کے ذہن کے تمام سانچوں کو آسانی سے توڑ سکتی ہے جو چودہ سو برس کی طویل مدت میں ڈھالے گئے ہیں۔

ج ـــــ اب کسی کے بارے میں اس حیرت کا اظہار کہ بھلا کلمہ گو ہو کر وہ ایسی بات کہہ سکتا ہے ایک خوب صورت حماقت سے زیادہ نہیں ہے۔ کہنے والوں نے بھی سننے والوں کی دینی بے غیرتی اور مذہبی مردہ پن کا پوری طرح اندازہ لگا لیا ہے اس لئے بڑی سے بڑی اسلام شکن بات کہتے ہیں بھی اب انہیں کوئی باک محسوس نہیں ہوتا۔

د ـــــ انگریزوں نے اسلام میں انتشار برپا کرنے کے لئے ہندوستان کے اندر بڑے بڑے گل کھلائے دولت اور عہدوں کا لالچ دے کر ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کرنا جو مذہبی مفاد و ترقی کے نام پر نئی نئی تحریکیں اٹھائیں اور آگے چل کر وہ مسلمانوں کی صلاحیتوں کا رخ باہمی خانہ جنگی کی طرف

پھیر دیں فرنگی سیاست کا خاص منصوبہ رہا ہے۔
اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر پیغمبر اسلام کے منصب نبوت کو انہوں نے نشانے پر رکھا۔ چنانچہ ان کی ساری انرجی مذہب کے اسی رخ پر صرف ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے ذہن سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی انفرادیت ختم ہو جائے یا تو معاذ اللہ دنیا میں بہت سے محمد پیدا کر دیئے جائیں۔ یا پھر یہ ممکن نہ ہو تو مسلمانوں کے ذہن سے پیغمبر کے متعلق ان کے ان تصورات کا خاتمہ کر دیا جائے جن سے روحانی توانائیوں کا رشتہ منسلک ہے۔

مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ انگریزوں کے یہ دونوں منصوبے پورے ہو گئے، چنانچہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی انفرادیت پر حملہ آور ہونے کے لئے دو ٹیمیں تیار کی گئیں۔
ایک ٹیم کا قصہ تو آپ پڑھ چکے اب دوسری ٹیم کی کہانی سنیئے۔

منکرینِ رسالت کی تیسری شاخ

یہ گروہ دیوبندی مکتب فکر کا ہے۔ ان پر بھی وہی الزام ہے کہ انہوں نے "شرک بالرسالۃ" کا ارتکاب کر کے رسالت کے انکار کا شیوہ اختیار کیا ہے اور ان لوگوں کی کہانی اتنی طویل ہے کہ قادیانی مذہب کا جو قصہ آپ نے پڑھا ہے دراصل اس کا نقطہ آغاز یہی لوگ ہیں۔

معنوئ نبوت کی راہ میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہمیشہ حائل رہا ہے
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی
ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر پیدا ہو تو حضور کی خاتمیت باقی نہیں رہتی۔
لیکن یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ حائل ہونے والی اس دیوار کو
جس نے سب سے پہلے توڑا وہ اسی دیوبندی گروہ کا سربراہ تھا۔
اس نے برملا یہ کہا کہ ——— یہ خیال صرف عوام کا ہے ورنہ
تحقیقی علم یہ ہے کہ اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جب بھی
حضور کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گی۔
پیغمبر اسلام کی انفرادیت کے خلاف فرنگی سازش کی یہ پہلی
کڑی وجود میں آگئی۔ اب پیغمبرانہ منصب کے حصول کے لئے پہل کرنے
والے آگے بڑھے یہ لوگ ابھی درمیان ہی میں تھے کہ قادیان کی سرزمین
سے آواز آئی۔
ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ ایک ہی وقت میں دو نئی نبوتوں
کا دعویٰ آقایانِ نعمت کے مفاد کے خلاف ہوگا۔ دعویٰ نہ کیا جائے
دروازہ کھولنے کا حق بہرحال محفوظ ہے اور رہے گا۔
چنانچہ قادیانی ذریت کو اس حق کا اعتراف آج بھی ہے۔ جیسا
کہ قادیانی فرقے کے ایک ذمہ دار اہل قلم ابوالعطا جالندھری نے[۱] افادات قاسمیہ

---

[۱] یہ مضمون مرزائیوں نے اپنے ماہنامہ "الفرقان" ربوہ کی اکتوبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں
مکمل طور پر شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ اگرچہ نایاب ہے مگر ہمارے کرم فرما مولانا حافظ نعمت علی صاحب
مالک مکتبہ فریدیہ نے بڑی زبردست جگ و دو کے بعد حاصل کر ہی لیا۔ یہ رسالہ ان کے
پاس محفوظ ہے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

نامی کتاب میں جو ربوہ پاکستان سے شائع ہوئی ہے اس حق کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے ——————

"حضرت مولوی صاحب موصوف (مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند) کی کتب[1] کے مطالعہ سے ہوتا ہے کہ سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارے میں سابق[2] علمائے محققین کی روشنی میں آپ نے نہایت واضح موقف اختیار فرمایا ہے۔"

(افادات قاسمیہ)

ف[1] لفظ کتب جمع ہے جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ بانیٔ دارالعلوم دیوبند نے ختم نبوت کے بارے میں گھناؤنا تصور اور من گھڑت معنی کو اپنی کئی تصانیف میں بیان کیا اور وہ اس کفری لغزش کا ارادتاً اور قصداً بار بار مرتکب ہوا۔

ف[2] یہ اس مرزائی کا کذب ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت محمد کا یہ گھناؤنا معنی سابق علمائے محققین کی روشنی میں گھڑا ہے بلکہ یہ من گھڑت معنی اسلاف کے معنی کے برعکس ہیں اور اجماعِ قطعی کے خلاف ہیں یہی بانیٔ دارالعلوم دیوبند ہیں جنہوں نے نبوت کو نبوتِ ذاتیہ اور نبوتِ عرضیہ میں تقسیم کر کے غلام احمد قادیانی کے لئے نبوت عرضیہ، بروزیہ اور ظلیہ کے ادعا کا موقع فراہم کیا اور افسوس یہ بھی ہے کہ علماء دیوبند درس نظامی کی کتابوں کے حواشی تک میں یہ قادیانیہ اور مرزائیانہ زہر گھول کر نئی نسل کو مرزائیت کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں چنانچہ درس نظامی کی منطق کی ابتدائی کتاب مرقات کے پہلے صفحہ کے حاشیہ پر نانوتوی کے اس کفری نظریہ کو بڑی شدومد سے بیان کیا اور لکھا گیا ہے کہ محامل النبوۃ اولاً وبالذات لیس الا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وکل من سواہ من الانبیاء علیہم السلام موصوف بھا ثانیا وبالعرض (مرقات ص۲ حاشیہ ع۵) یعنی اولی اور ذاتی طور پر نبوت کے حامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

اب دیوبند کے قاسم نانوتوی اور قادیان کے مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے درمیان ایک الہامی رشتہ اور معنوی ارتباط کے وجود پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں

"یوں محسوس ہوتا ہے کہ چونکہ چودھویں صدی کے سر پر آنے والا مجدد امام مہدی اور مسیح موعود بھی تھا۔ اور اسے "امتی نبوت" کے مقام سے سرفراز کیا جانے والا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتمیت محمد کے اصل مفہوم کی طرف وضاحت کے لئے رہنمائی فرمائی اور آپ نے اپنی کتابوں اور اپنے بیانات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی نہایت دلکش تشریح فرمائی۔

بلاشبہ آپ کی کتاب "تحذیر الناس" اس موضوع پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔

(افاداتِ قاسمیہ)[1]

قادیانی مصنف کی یہ عبارت محتاجِ تبصرہ نہیں ہے۔ بیچ چوراہے پر اس نے اہل دیوبند کے مصنوعی اسلام کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اب اس سے انکار مشکل ہے کہ دیوبندی حضرات قادیانی مذہب کے بانی

(ص ۲۶ سے آگے) ہیں اور دوسرے نبی ثانوی اور عارضی طور پر نبوت سے متصف ہیں۔ لاحول ولا قوۃ نانوتوی نے نبوت کو ذاتی اور عرضی میں تقسیم کر کے مرزا قادیانی کو اعلانیہ دعوت ادعائے نبوت دی ہے فالی اللہ المشتکی

(فقیر قادری)

[1] رسالہ "الفرقان" ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء ربوہ ص ۹۔

نہیں ہیں۔

یہاں تک تو پچھلے قصے کا بقیہ تھا۔ اب اصل قصے کی طرف آیئے اپنے آقایانِ نعمت کے اشارے پر دیوبندی گروہوں کے سربراہوں نے کھل کر نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ انفرادیت کو مجروح کرنے کے لئے منصب نبوت کے سارے لوازم اور خصوصی اوصاف اپنے درمیان تقسیم کر لئے۔

اب ذیل میں انہی کی کتابوں سے اس شرمناک داستان کی تفصیل پڑھیے دیدہ دانستہ اس مقام پر دیوبندی لٹریچر کے اس حصے سے میں صرف نظر کرتا ہوں جو اہانت رسول کے طویل سلسلوں پر مشتمل ہے اور جس نے مذہبی دُنیا میں نہ بجھنے والی ایک آگ لگا کر فرنگی سیاست کا اصل مدعا پورا کر دیا۔

مولوی قاسم نانوتوی
اور
منصب نبوت

یہی وہ بزرگ ہیں جن کو لوگ "فاتح بابِ نبوت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ نیز دیوبندی فرقے کے مخصوص مکتبِ فکر کا آپ کو بانی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ پر بھی نزول وحی کی کیفیت کبھی کبھی طاری ہوتی تھی۔ براہِ راست اس

کا خود اظہار کرتے ہوئے چونکہ مصلحت مانع تھی اس لئے ایک
ایسے شخص کا انتخاب عمل میں آیا جس کی بات کا وزن لوگوں پر
پڑ سکے چنانچہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آپ شاہ امداد
اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ کبھی کبھی
بیٹھے بٹھائے میرا سینہ بوجھل معلوم ہونے لگتا ہے۔

شاہ صاحب نے جو جواب دیا۔ سوانح قاسمی کے مصنف نے
اس کے الفاظ یہ نقل کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ———

"یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ ثقل
(بوجھ) ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت محسوس ہوتا
تھا۔ تم سے حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے"۔

(سوانح قاسمی ج ا صـ۲۵۲)

سوانح قاسمی میں آپ کو اکثر ان مقامات سے گزارا گیا ہے جن
سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم گزر چکے ہیں۔

معتقدین پر آپ کی پیغمبرانہ خصوصیات کا جو رنگ چڑھا ہوا تھا
وہ آپ کی وفات کے بعد بھی قائم رہا چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے سابق
مہتمم مولوی رفیع الدین آپ کی قبر کے متعلق اپنا کشف بیان کرتے ہیں۔
مبشرات دارالعلوم کے مصنف کے یہ الفاظ پڑھیے: ———

"حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب سابق مہتمم دارالعلوم کا
مکاشفہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم کی قبر
عین کسی نبی کی قبر میں واقع ہے"۔

(مبشرات دارالعلوم صـ۳۶)

دیکھ رہے ہیں آپ چلمن سے لگے بیٹھنے کا یہ انداز! صاف صاف نہیں کہہ دیتے کہ "مولانا نانوتوی کی قبر عین ایک نبی کی قبر ہے"۔ الٹ پھیر کر بات بھی کہی تو ایسی کہ کہتے ہی چوری پکڑی جائے بھلا ایک نبی کی قبر میں ان کی قبر کیونکر واقع ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس قبرستان میں پہلے سے کسی نبی کی قبر موجود نہیں ہے؟

فرضی طور پر ہی سہی دیوبند کی سرزمین جب معاذ اللہ ایک نبی کی آرام گاہ قرار پا گئی تو اب وہاں ان تمام لوازمات کی موجودگی بھی ضروری ہے جو کسی بھی نبی کی ذات سے متعلق ہو سکتے ہیں۔

حرم

چنانچہ اب لوازمات کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

مسجد دار العلوم دیوبند کی نورانیت و تقدس کا حرم کعبہ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے مبشرات کا مصنف لکھتا ہے، الفاظ یہ ہیں ——

"مکہ معظمہ کے مشہور مجاور بزرگ جن کا نام محب الدین تھا دار العلوم میں جب تشریف لائے تھے تو یہاں کی جماعت میں شریک ہو کر اپنا کشفی احساس یہ ظاہر کرتے تھے کہ جس کیفیت کی یافت یہاں کی جماعت میں ہوتی ہے اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا۔"

(مبشرات ص ۳۲)

تجلیاتِ عرش

مدینۂ طیبہ میں ہر وقت عرش سے رحمت و نور کی بارش ہوتی ہے ایک نبی کی جلوہ گاہ ہونے کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے ساتھ عرش کی تجلیات کا رشتہ ثابت کرنے کی غرض سے مبشرات کا مصنف لکھتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"حضرت مولانا محمد شاہ رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم نے اپنے کشف سے معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ دارالعلوم کی وسطی درسگاہ سے عرش معلیٰ تک میں نے نور کا ایک سلسلہ دیکھا ہے۔"

(مبشرات صہ ۳۱)

خطیرۂ قدسیہ

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہونا باعثِ مغفرت و رحمت ہے۔ دیوبند کا وہ قبرستان جس میں قاسم نانوتوی صاحب مدفون ہیں اس کا نام "خطیرۂ قدسیہ" رکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق دیوبندی فرقے کا عقیدہ ہے کہ اس میں مدفون

ہونا باعث مغفرت ہے چنانچہ اس قبرستان کے فضل و امتیاز پر روشنی ڈالتے ہوئے مبشرات کا مصنف لکھتا ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں!

"خطیرۂ قدسیہ یا خطۂ داہنی یعنی جس قبرستان میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہیں۔ اس حصہ کے متعلق حضرت حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا کشف تھا کہ اس حصہ میں مدفون ہونے والا انشاء اللہ مغفور ہے۔

(ص۲۳)

یہ انشاء اللہ صرف نمائش کے لئے ہے ورنہ انشاء اللہ کی قید کے ساتھ تو ہر جگہ کا مدفون مغفرت یافتہ ہے پھر کشف کی بات کیا رہی؟

مدینے کے پانی کے ساتھ ہمسری

مدینے کے پانی کا دیوبند کے پانی کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے مبشرات کا مصنف ایک فاضل دیوبندی کا یہ بیان نقل کرتا ہے۔

"مولسری والے احاطے کے مشرقی سمت میں جو کنواں ہے اس کا پانی جب پیجئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے برف ڈال دیا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ کنویں کی حد تک اتنا لذیذ اتنا خوشگوار اتنا شیریں صاف پانی مشکل ہی سے کسی کنویں کا اب تک میں نے پیا تھا اور بعد کو بھی برف کے بغیر ایسا پانی جسے پیتے ہی چلے جائیں لیکن نہ گرانی ہی

اس سے پیدا ہو اور نہ دل ہی بھرے زندگی میں پہلی مرتبہ اس کا تجربہ یہاں ہوا یا مدینہ منورہ پہنچ کر بعد کو ہوا۔"

(مبشرات ص۲۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی

اور

منصبِ نبوّت

دیوبندی فرقے کے یہ بھی ایک مقتدر پیشوا ہیں۔ یہ عقیدہ کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے آپ ہی کا نکالا ہوا ہے آپ نے بھی اگرچہ صراحت کے ساتھ منصب نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا ہے لیکن اس کے قریب تک ضرور پہنچ گئے ہیں۔

چنانچہ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے بڑے طنطنے کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔"

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص۱۷)

کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو یہ صرف نبی کا منصب ہے، اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی احتیاج نہیں اور پھر بات اتنی ہی نہیں ہے اسی کے ساتھ یہ دعویٰ بھی منسلک ہے کہ اس زمانے میں نجات کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کافی نہیں ہے۔ گویا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ منسوخ ہوگئی ہے۔ اور اب نجات کے لئے نئے نبی کی پیروی ضروری ہے۔

اپنے بارے میں یہ دعویٰ تو خود آپ نے اپنی زبان سے کیا ہے آپ کے بارے میں آپ کے معتقدین کے کیا خیالات ہیں اب ذرا ان کی بھی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے ــــــــ آپ کے بارے میں کسی مستان قسم کے فقیہ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ــــــــ

"میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۲)

یعنی قضا و قدر کا محکمہ آپ ہی کے حوالہ ہے، تقدیروں کے نوشتے آپ ہی کے رشحاتِ قلم سے تیار ہوتے ہیں ــــــــ کسی مصیبت زدہ شخص کو آپ کے گروہ کے ایک ذمہ دار شخص نے یہ مشورہ دیا تھا کہ: ــــــــ

"تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے۔ میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔"

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵)

اس بات پر سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ او لیا ء سے
آگے صرف نبی کا مقام ہے دیوبندی گروہ کے شیخ الہند جناب
مولوی محمود الحسن صاحب نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے پیغمبرانہ
منصب پر جو قصیدہ لکھا ہے اب دو چار اشعار اس کے بھی ملاحظہ
فرما لیجئے۔ لکھتے ہیں :

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی

(مرثیہ رشید احمد گنگوہی صلا)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے وصال شریف کے موقع پر مشرکین نے اُعْلُ ھُبل کا نعرہ لگایا
تھا۔ یعنی ہُبل جو ان کا سب سے بڑا بت تھا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے
کہا تھا کہ تجھے سرنگوں کرنے والا دنیا سے چلا گیا اب تو سر بلند ہو جا۔
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ منصب کے ساتھ آپ
کے منصب کی مطابقت تو جبھی ہو گی جب آپ کی وفات پر بھی اسی
طرح کی صدا بلند ہو صرف "وفات سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت" کہدینے
سے تو کام نہیں چلتا۔
چنانچہ دوسرے شعر میں مطابقت و ہمسری کا حق یوں ادا
کرتے ہیں سہ

زباں پر اہلِ ہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ھُبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی!

(مرثیہ صلا)

ساری دنیا بانیٔ اسلام سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتی ہے اور انہی کے متعلق اسلامی دنیا کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کا کوئی ثانی نہیں ہے لیکن اس غریب دنیا کو کیا معلوم کہ دیوبندی گروہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ثانی پیدا بھی ہوا اور مر بھی گیا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اُعلُ ھُبلُ کا نعرہ اس وقت بلند ہوا تھا جب دنیا سے بانیٔ اسلام اٹھا تھا۔ اور اب دوسری مرتبہ وہی نعرہ جو بلند ہو رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بانیٔ اسلام کا کوئی ثانی اٹھ گیا ہے۔

وفات سے وفات کا نقشہ بھی ملا دیا۔ نعرہ بھی لگوا دیا اور ثانی بھی بنا دیا اب پیغمبرانہ منصب میں کیا کسر رہ گئی ہے ———

بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی اور آگے بڑھیے لکھتے ہیں: ———

زمانے نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
کہ تھا داغِ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی

یہ منصب صرف نبی کا ہے کہ اس کی غلامی کا داغ مسلمان ہونے کی سند ہے۔ کسی امتی کو یہ مقام ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ آپ بانیٔ اسلام کے ثانی ہیں اس لئے آپ کو پیغمبرانہ منصب کا یہ خصوصی حق ضرور ملنا چاہیے یہاں تک تو موازنہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اب آپ کی شخصیت کا موازنہ دیگر انبیاء کے ساتھ یوں کیا گیا ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بانگِ حق کے ساتھ آپ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ———

اس کی آواز تھی یا بانگِ خلیل اللّٰہی !

کہہ کے لبیک چلے اہلِ عرب اہلِ عجم

اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تقابل ملاحظہ فرمایئے:—

اس کی آواز تھی بے شک قمِ عیسیٰ کی صدا

جس کے صدقے سے لیا علم نے دوبارہ جنم

اس شعر میں تقابل کے ساتھ ترجیحی پہلو نمایاں ہے۔

ملاحظہ فرمایئے:—

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابنِ مریم

ابن مریم حضرت مسیح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ آپ نے تو صرف مردوں کو زندہ کیا تھا۔ زندوں کو آپ مرنے سے نہیں بچا سکے تھے۔ مگر ہمارے بانیٔ اسلام کے ثانی نے تو مردوں کو بھی زندہ کیا اور زندوں کو بھی مرنے سے بچا لیا۔ بتایئے! کس کا کمال قابلِ ترجیح ہے۔

اب سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ آپ کا نہیں بلکہ آپ کے کالے بندے یعنی حبشی غلاموں کا تقابل ملاحظہ ہو:—

قبولیت اس کو کہتے ہیں۔ مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی !

خود بانیٔ اسلام کے ثانی اور آپ کے کالے کالے بندے سیدنا یوسف علیہ السلام کے ثانی —————

اب بتایئے !

کہ یہ منصب کسی بڑے پیغمبر کا نہیں ہے تو اور کس کا ہو سکتا ہے ؟

(معاذ اللہ) ——————

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے آپ کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی نہیں کہہ سکے امتی ہی بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی شان میں اس سے بڑھ کر توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ ادنیٰ اشخص کے کالے کالے غلاموں کو ان کا ہمسر و ثانی بنا دیا جائے، نعوذ باللہ۔

مولوی اشرف علی تھانوی

اور منصب نبوّت

یہ حضرت بھی دیوبندی گروہ کے بہت بڑے مذہبی پیشوا ہیں آپ ہی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر مسلمانوں کی دینی آسائش کا خون کیا ہے اور جس کے زخموں کی ٹیس سے آج تک کراہنے کی آواز آبادیوں سے اٹھتی رہتی ہے۔

آپ منصب رسالت کی راہ طلب میں اپنے ساتھیوں سے کئی قدم آگے ہیں آپ نے بھی اگرچہ کھل کر دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن کھل کر ملنے ضرور آگئے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے معتقدین آپ کو

"مجدد مبعوث" تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منصب بھی ختم نبوت ہی کا ایک ضمیمہ ہے یعنی مجدد مبعوث جس منصب پر فائز ہیں وہ نبوت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔

ثبوت میں تھانوی صاحب کے ایک پرجوش معتقد کی یہ تحریر پڑھیے :۔۔۔۔۔۔۔

"مجدد بھی نبی کی طرح مبعوث ہوتا ہے یعنی تجدید دین کی خدمت کے لئے ہی پیدا فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر ولی و بزرگ یا محدث و فقیہہ مجدد نہیں ہوتا"

(جامع المجددین ص۱۵)

ظاہر ہے کہ جب مجدد بھی نبی کی طرح مبعوث ہوتا ہے تو یہ منصب سب کو کیسے مل سکتا ہے۔ دوسری جگہ اس سے زیادہ واضح لفظوں میں منصب نبوت کا ضمیمہ ثابت کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں :۔۔۔۔۔۔۔

"نزمی بعثت مجددین ختم نبوت کی کتاب کا ایسا ناگزیر ضمیمہ ہے جس کے بغیر اس کتاب کا ختم سمجھنا ہی دشوار ہے اور نہ عقیدۂ ختم نبوت کی اس دشواری کو آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے کہ جب معمولی عقائد و اعمال ہی میں اختلال نہیں بلکہ کفر و شرک تک کے دینی مفاسد ہر زمانے میں نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو پھر آخر نبوت کی ضرورت کیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔"

(جامع المجددین مولفہ عبدالباری ص۱۹-۲۰)

دیکھ رہے ہیں آپ ؟ بالکل وہی انداز استدلال ہے

جو قادیانی مذہب کے قصے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یعنی عقل و ضرورت کا تقاضا ہے کہ نبوت کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے آخر غلام احمد قادیانی کا اس سے زیادہ اور کیا کفر ہے کہ اس نے بھی عقل و ضرورت ہی کا یہ تقاضا پورا کیا تھا۔

بہر حال آگے بڑھیئے۔

تھانوی صاحب کے حق میں ان کے منصب کی دلیل۔ کے لئے زمین یوں ہموار کرتے ہیں:

"حضرات انبیاء علیہم السلام کو ان کی نبوت کے لئے دلائل وآیات ہمیشہ ان کے مذاق اور مطالبات کے مناسب عطا ہوتے رہے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے بڑا معجزہ ذالک الکتاب اور اس کی آیات و تعلیمات کا عطا فرمایا گیا۔"

(جامع المجددین ص ۱۷۴)

اتنی تمہید کے بعد اب اصل بات نوک قلم پر آتی ہے۔ تھانوی صاحب کے لئے مجوزہ منصب کی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج جو شخص بھی دینِ اسلام کے چہرے کو پورے جمال و کمال کے ساتھ بالکل صاف و بے غبار جامع و کامل صورت میں از سر نو تجدید یافتہ اور تر و تازہ دیکھنا چاہتا ہے وہ عہد حاضر کے جامع المجددین (مولانا تھانوی) کی کتابی آیتوں کی طرف علماً و عملاً رجوع کر کے خود مشاہدہ کر سکتا ہے۔"

(جامع المجددین ص ۱۷۵)

وہ پیغمبر ہی کیا جس کے پاس کتابی آیات نہ ہوں، اسلام کی تجدید ہی کے نام پر مرزا غلام احمد نے بھی اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اور یہاں بھی تجدید ہی سے ابتداء کی جا رہی ہے۔

پیغمبر اپنے پیچھے اپنی امت کے لئے اپنی زندگی کا ایک اسوہ اور نمونہ بھی چھوڑتا ہے تھانوی صاحب نے بھی اپنے بعد ایک نمونہ چھوڑا ہے ——— ذرا ان الفاظ کے تیور ملاحظہ ہوں: ———

"جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے لئے" احسن عمل" اکمل اسوہ ہوتے ہیں اسی طرح نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کے تھانوی مجدد کی زندگی تجدیدی درجے میں امت محمدیہ کے لئے اسلام کی عملی تعلیمات کا ہر شعبہ میں کامل و جامع نمونہ تھی۔"

(جامع المجددین ص ۱۵۱)

معاذ اللہ! امت محمدیہ کے لئے اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ کافی نہیں رہا۔ نیا پیغمبر۔ نئی امت۔ نیا نمونہ۔

ایک خواب

جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا

یہاں تک تو ——— ساری جدوجہد منصب نبوت کے گرد و پیش تھی اب کہانی اس مقام پر پہنچ رہی ہے جسے نقطۂ عروج کہنا چاہیے۔ یہاں پیغمبری کے منصب کا اظہار درجۂ ابہام میں نہیں ہے۔ بالکل صراحت کے اجالے میں ہے فرق صرف اتنا ہے کہ

کلمہ دوسروں نے پڑھا۔ تصدیق خود کی ہے۔

اس کہانی کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ تھانوی صاحب کے ایک مرید نے خواب دیکھا۔ بالکل اپنے قابو کا خواب، پھر جاگ گیا۔ یا خواب میں بھی جاگتا ہی تھا۔ بہرحال اس کے قلم کی لکھی ہوئی سرگذشت جسے تھانوی صاحب کو لبطورِ نذرِ عقیدت کے اس نے پیش کیا تھا یہ ہے ؛ ————

"ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز (ایک کتاب کا نام) دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سوجانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی، اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سوگیا۔"

(رسالہ الامداد ص۳۴، شوال ۱۳۳۵ھ)

اب یہاں سے اصل خواب شروع ہوتا ہے۔ کلیجے پہ ہاتھ کر پڑھیے آگے لکھتا ہے ؛ ————

"کچھ عرصہ کے خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللّٰہ کی جگہ حضور (یعنی تھانوی صاحب) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل

جاتا ہے حالانکہ اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔"

(رسالہ الامداد صفحہ ۳۴)

علمِ نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ خواب کے واقعات دراصل ذہنی تصورات کا عکس ہوتے ہیں زبان اتنی سرکشی پر نہیں اتر سکتی کہ بار بار دل کے ارادوں کی خلاف ورزی کرے۔

بہرحال کہانی یہیں پہ ختم نہیں ہوتی، اصل واقعہ آگے پڑھیے۔

اس کے بعد لکھتا ہے: ———

"دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (تھانوی صاحب) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا۔ اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔"

(رسالہ الامداد صفحہ ۳۴)

خواب میں "حضور" کا سامنے آنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے، بھلا غائبانے میں کلمہ پڑھنے کا لطف ہی کیا ہے! ———

یہاں تک تو بات خواب کی تھی اس لئے آپ صفائی میں کہہ سکتے ہیں کہ خواب پر کیا گرفت کی جا سکتی ہے؟ خواب میں تو بدخوابی بھی ہو جاتی ہے کیا اس پر کوئی شرعی حد قائم کی جائے گی ——— بات سو فیصدی صحیح ہے لیکن اب یہاں سے بیداری کا قصہ شروع ہوتا ہے غور سے پڑھیے آگے لکھتا ہے: ———

اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بھی بدستور تھا۔ لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضورہی کا خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، با یں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب میں بیدار ہوں۔ خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں۔ مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔"

(رسالہ الامداد صـ ۳۴)

اللہ اکبر! ـــــــــ تھانوی صاحب کی نبوت کا خیال اس طرح جوارح پر چھا گیا ہے کہ خواب میں بھی انہی کی رسالت کا کلمہ پڑھا گیا اور اب بیدار ہوتے ہوش وحواس میں آئے تو اب درود بھی انہی پر بھیجا جا رہا ہے۔

کم بخت وہ زبان بھی کتنی شاطر اور عیار ہے جو اپنے مرشد کو کلمۂ تنقیص کہنے کے لئے تو نہیں بے قابو ہوتی۔ لیکن اسے رسول و نبی بنانے کے لئے بے قابو ہو جاتی ہے۔ یہ عذر لنگ اگر قبول کر لیا جائے تو دنیا سے بالکل ہی امان اٹھ جائے بڑے سے بڑا دشنام طراز بھی یہ کہہ کر نکل جائے کہ کیا کروں بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں ہے۔

اور غضب یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ "پیرِ مغاں" اس صریح کلمۂ کفر پر اپنے مرید کو سرزنش فرمائیں یہ حوصلہ افزا جواب لکھ بھیجتے ہیں ـــــ

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

(رسالہ الامداد صفحہ ۳۴)

اتباع سنت ہی کی راہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی منصب نبوت تک پہنچنے کا موقعہ ملا تھا۔ جیسا کہ خود اس نے کسی جگہ اس کا اعتراف کیا ہے اور یہی راستہ آپ نے بھی تجویز کیا ہے۔ جس نشاط طبع کے ساتھ ایک کفر صریح کی تحسین فرمائی گئی ہے، مریدین و معتقدین کے لئے اس جواب میں کتنے خاموش اشارے چھپے ہوئے ہیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے سب اسے محسوس کر سکتے ہیں چنانچہ اس جواب پر انہی کے گروہ کے ایک مستند فاضل کا یہ تاثر پڑھنے کے قابل ہے ـــــــــــ

"اپنے معاملات میں تاویل کی توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا (تھانوی) میں جو خو تھی اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں ہر چند کلمہ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن ہر بار یہ ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کا سادہ اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمۂ کفر

ہے شیطان کا ذریعہ اور نفس کا دھوکہ ہے تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اور یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔"

(رسالہ "برہان" فروری ۵۲ء صفحہ ۱۰۸)

تحریر :۔ مولانا احمد سعید اکبر آبادی)

اب وہی بات جو میں نے شروع میں کہی تھی کہ شرک چاہے الوہیت کے ساتھ ہو یا رسالت کے ساتھ بہر حال وہ کفر و انکار کے ہم معنی ہے اس لئے جن لوگوں نے منصب نبوت و رسالت کے ساتھ کسی طرح کی بھی وجہ اشتراک نکالی ہے وہ قطعاً منکرین کے زمرے میں ہیں۔

تھانوی صاحب کے اس جواب پر بحث کرتے ہوئے مولانا احمد سعید صاحب اکبر آبادی نے بھی میری اس بات کا اعادہ کیا ہے ملاحظہ ہو ——————

"ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ماننا شرک فی اللہ اور کفر ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات نبوت میں کسی کو شریک جاننا بھی شرک فی الرسالت ہے۔"

(رسالہ برہان فروری ۵۲ء صفحہ ۱۰۸)

دم آخر

گفتگو طویل ہو گئی۔ اب اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے خیالات کے

مف۔ چند مرکزی گوشوں پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

قادیانی مذہب کے بارے میں جن امور کی نشان دہی میں نے پچھلے صفحات میں کی ہے انہیں قبول کرنے میں آپ کو کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کیونکہ اول تو ان کے چہرے کا نقاب بہت زیادہ گہرا نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ابتدا ہی سے ہمارے معاشرے میں انہیں کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے اس لئے ذہنی طور پر بھی وہ ہم سے بہت فاصلے پر رہے ہیں۔

لیکن یہ دیوبندی گروہ تو اتنی ذہانت کے ساتھ ہمارے قریب رہتا ہے کہ اس کا پس منظر تو کیا سمجھ میں آئے گا کہ اس کا پیش منظر بھی سمجھنا مشکل ہے۔

اس گروہ کا اصل سراپا تو اس کی کتابوں میں نظر آتا ہے یا پھر کسی قابلِ اعتماد ماحول کی تنہائی میں

منظرِ عام پر تو اس کا میک اپ انتہائی دلفریب اور گمراہ کن ہوتا ہے اس لئے میں نے ان کی کتابوں کے حوالے سے جو دھماکہ خیز انکشافات گزشتہ صفحات کے حوالے کئے ہیں۔۔۔

ان کا یقین کرنے کے لئے آپ کو اپنے ذہن کا وہ تمام سانچہ توڑنا ہوگا جو اس گروہ کے نمائشی اسلام کے زیرِ اثر آپ نے بنا رکھا تھا اور یہ بھی تسلیم کہ آپ کے لئے یہ یقیناً ایک دشوار امر ہوگا۔ لیکن اس دشواری پر قابو پانے کے لئے میں حقیقت کی ایک کلید آپ کے حوالے کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ۔

دیوبندی مکتبِ فکر کے تین پیشواؤں کے بارے میں جو حقائق

سپرد قلم کئے گئے ہیں ان کی دو ہی حیثیت ممکن ہے۔

یا تو اس مکتبۂ فکر کے موجودہ وکلا ان کی کوئی تاویل کریں گے یا سرے سے انکار کر دیں گے۔

دنیا سے اگر زبان و قلم کا امان نہیں اٹھ گیا ہے تو وہ ہرگز انکار نہیں کریں گے کیوں کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ کتابیں انہی کے گھر کی ہیں۔ البتہ وہ تاویل کا پہلو اختیار کریں گے۔ اور کہیں گے کہ ان عبارتوں کا مطلب دراصل وہ نہیں ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

بس اسی مقام پر مجھے یہ کہنا ہے کہ بالفرض اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ان عبارتوں کا مطلب کچھ اور بھی ہے جب بھی کم از کم یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے کہ اس طرح کی عبارت ایک آدھ ہوتی تو ہم اپنے آپ کو سمجھا لیتے کہ یہ قلم کی لغزش ہے لیکن مولوی قاسم نانوتوی سے لیکر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی تک کے حق میں مشترک طور پر قلم کی اتنی لغزشوں کا تصور ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

ایک ہی مکتبۂ فکر کے تین پیشواؤں کے بارے میں لکھنے اور سوچنے کا ایک ہی انداز واضح طور پر اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ: ـــــــ

دراصل یہ قلم کا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ پیغمبرانہ منصب کی طرف ایک سوچی سمجھی اور منظم پیش قدمی ہے۔

ورنہ اس کیوں کا جواب کیا ہے کہ: ـــــــ

ایک ہی الزام بھرپور یکسانیت کے ساتھ ایک ہی گروہ کے تین بڑوں میں مشترک کیوں ہے۔؟

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

کلمہ طیبہ کے خلاف ایک نئے فتنے کی کہانی

علمائے دیوبند نے پچاس سال کے اندر اپنے فرقے کے لوگوں کا جو ایک ذہن بنا دیا ہے کہ جو چیز بھی اپنی موجودہ ہئیت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، ناجائز، اور حرام ہے وہی ذہن اب امتِ مسلمہ کے لئے قیامت بنتا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس گمراہ کن ذہنیت کے نیتجے میں جو لوگ اب تک میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے خلاف برسرِ پیکار تھے، اب انہوں نے کلمۂ طیبہ کے خلاف ایک محاذ کھولا ہے جہاں سے اعلانیہ وہ کلمہ طیبہ کا انکار کر رہے ہیں۔

اس واقعہ کی عبرتناک تفصیل یہ ہے کہ قاری طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے کلمہ طیبہ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جس میں انہوں نے نہایت حسرت کے ساتھ اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ کچھ لوگ کلمہ طیبہ کے خلاف نیا فتنہ اٹھا رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ موجودہ ہئیت و ترکیب کے ساتھ حضور کے زمانے میں موجود نہیں تھا، اس لئے یہ بدعت ہے قاری طیب صاحب نے اپنے رسالے میں ان کی دلیل کے الفاظ نقل کیے ہیں: ملاحظہ ہو۔

"کلمۂ طیبہ اس ہیئت ترکیبی کے ساتھ قرآن و حدیث میں ہیں موجود نہیں ہے حتیٰ کہ کسی صحابی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوا۔"

اِس کے ساتھ ایک دلچسپ خبر یہ بھی ہے کہ رائج الوقت کلمہ طیبہ کا انکار انہوں نے کسی بغاوت کے جذبے میں نہیں کیا ہے بلکہ اس کے پیچھے قطعاً دینی مفاد اور امت کی خیر خواہی کے جذبے کی نمائش کی گئی ہے۔ چنانچہ قاری طیب صاحب اپنے رسالے میں ان کے انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کلمہ کے بارے میں امت کو کتاب و سنت کے معیار سے گرنے نہ دیا جائے اور جو چیز امت کی کتاب و سنت کے خلاف رواج پکڑ جائے اس کا برملا انکار کر کے امت کو پھر کتاب و سنت پر لے آیا جائے۔"

(کلمہ طیبہ ص ۱۶)

غضب کی بات یہ ہو گئی کہ ظالموں نے یہ سوال قاری طیب صاحب سے ہی کیا ہے حالاں کہ بدعت کے سوال پر دونوں فریق کے سوچنے کا انداز بالکل ایک ہے قاری طیب صاحب کا جواب اس لحاظ سے بڑا ہی دلچسپ ہے کہ جگہ جگہ انہیں اپنی جماعت کا ذہنی سانچہ توڑنے میں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

کتنی ہی بار انہوں نے اپنے موروثی موقف سے انحراف کیا ہے اور نہایت بیدردی کے ساتھ اپنے بزرگوں کے مسلک کا خون بہایا ہے، تب جا کر وہ ایک سوال کا جواب دے پائے ہیں پوری کتاب میں ان کی عبرتناک حیرانی اور اہلسنت کے استدلال کی طرف بار بار پلٹنے کا تماشا قابلِ دید ہے۔

ان کی اِس کتاب کے چند اقتباسات صرف اس لئے ذیل نقل کر رہا ہوں کہ واضح طور پر دیوبندی حضرات بھی یہ محسوس کر لیں کہ جو مسلک اجتماعی

زندگی میں دو قدم بھی ساتھ نہیں دے سکتا ۔ بے جان
کی طرح اٹھائے پھرنے سے کیا فائدہ ؟

منکرین کلمہ نے اپنے استدلال میں کہا ہے کہ صیغۂ شہادت
کے بغیر احادیث میں جہاں بھی یہ کلمہ آیا ہے وہاں صرف لا الٰہ الا اللہ
ہے محمد رسول اللہ مذکور نہیں ہے ۔

لہٰذا

ان دونوں کلموں کو ملا کر پڑھنا اور کلمہ واحد بنا لینا بدعت
اور ناجائز ہے ۔

قاری طیب صاحب نے اس استدلال کا جو جواب دیا ہے،
وہ دیوبندی نسل کے لیے بڑا ہی عبرت انگیز ہے، فرماتے ہیں :۔

"مانا کہ روایات میں یہ جملہ ثانیہ مذکور نہیں لیکن اس کی نفی
اور ممانعت بھی تو مذکور نہیں جس سے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ ملا کر پڑھنا
ممنوع ثابت ہو"

(کلمہ طیبہ ص ۱۶)

منکرین کے اس مطالبہ پر کہ رائج کلمہ طیبہ کے جواز کے لیے صحابہ کرام
کا عمل دکھلایئے، قاری صاحب کی حیرانی کا عالم قابلِ دید نی ہے اپنے
ہی رٹائے ہوئے سوال کا جب کوئی جواب نہیں بن پڑ سکا ہے تو
جھنجھناہٹ میں یہاں تک لکھ گئے ہیں ۔

"اس کے جواز کا مدار کتاب و سنت اور اجماع پر ہے نہ
کہ فعل صحابہ پر کہ یہ حجت مستقلہ ہی نہیں ۔ اس لیے حجت کے سلسلے
میں مستقلاً فعل صحابہ کا مطالبہ کیا جانا شرعی فن استدلال کو چیلنج ہے"

(کلمہ طیبہ ص ۱۱)

چلئے چھٹی ہوئی ۔ وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ نہ ہو

ہائے رے ذہن وفکر کی گمراہی! ایک سوال سے پیچھا چھڑانے کے لئے چند در چند سوالات اپنے اوپر لادلیئے۔ عرض کرتا ہوں!

”حجت مستقلہ“ نہ سہی حجت تو ہے پھر اس کا مطالبہ شرعی فن استدلال کو چیلنج کرنا کیوں ہوا؟ جواب دیجیئے!

اور یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ میلاد وقیام اور عرس وفاتحہ کے جواب کے سلسلہ میں فعل صحابہ کا مطالبہ کرکے پچاس برس سے جو شرعی فن استدلال کو چیلنج کیا جارہا ہے تو اس کا خون کس کی گردن پر ہوگا۔

اور لگے ہاتھوں یہ بھی واضح کردیا جائے کہ جماعت اسلامی والے بھی فعل صحابہ کو حجت مستقلہ نہیں مانتے اور آپ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے دونوں میں وجہ فرق کیا ہے ایک ہی بات کا انکار کرکے وہ کیوں کافر وگمراہ اور آپ مومن وحق پرست؟

اور زحمت نہ ہو تو اس سوال کا جواب بھی مرحمت فرمایا جائے کہ جواز کا مدار آپ نے کتاب وسنت اور اجماع پر رکھا ہے فعل صحابہ کو حجت غیر مستقلہ قرار دے کر آپ نے مستثنیٰ کردیا ہے تو کیا آپ کے نزدیک اجماع حجت مستقلہ ہے؟

لغزش وحیرانی کا سلسلہ اتنے پر ہی نہیں ختم ہوجاتا آگے چل کر ہتھیار ڈال دینے والی بات شروع ہوگئی ہے۔ اپنے مذہب فکر کی ذہنی شکست کا ایک کھلا ہوا اعتراف ملاحظہ فرمایئے! لکھتے ہیں:

کلمہ طیبہ کی نفی کے لئے استدلال کی یہ شکل کسی حالت میں بھی معقول نہیں ہوسکتی کہ یا تو کلمہ طیبہ کا استعمال کسی ایک صحابی سے ہی دکھلادیا

جائے ورنہ اس کے استعمال کو ممنوع سمجھا جائے۔ معقول صورت استدلال کی اگر ہو سکتی ہے تو اثبات کی ہی ہو سکتی ہے جس میں مانعین کلمہ سے بطور دلیل نقص یہ کہا جائے گا کہ یا تو کلمہ طیبہ کی ممانعت کسی ایک ہی صحابی کے قول و فعل سے دکھلادی جائے، ورنہ اُسے جائز سمجھا جائے۔" (کلمہ طیبہ، صـ۱۱۴)

صد حیف آنکھ بھی کھلی تو اس وقت جب مسلمانوں کی مذہبی اساس کا خرمن جل گیا، یہی اندازِ فکر اب سے پہلے اپنا لیا ہوتا تو میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے مسائل پر ہمارے آپ کے درمیان نہ ختم ہونے والی پیکار کیوں شروع ہوتی۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ یا تو میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کی ممانعت کسی ایک ہی صحابی سے دکھلا دی جائے ورنہ ان امور کو جائز سمجھا جائے۔

اور ہمارا بھی تو آپ سے بار بار یہی کہنا تھا کہ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے عدم جواز کے لئے استدلال کی یہ شکل کسی حالت میں بھی معقول نہیں ہو سکتی کہ یا تو ان امور پر عملدرآمد کسی ایک ہی صحابی سے دکھلا دیا جائے ورنہ انہیں ممنوع سمجھا جائے۔ اب ماضی و حال کے آئینے میں اپنی جماعت کا کردار سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ امتِ مسلمہ کے اندر مذہبی انتشار پھیلانے کا الزام کس کے سر ہے۔ وقت نہیں گیا ہے اب بھی اس الزام سے عہدہ برآ ہونے کی کوئی راہ تلاش کر لیجیے،

بات اتنے ہی پر ختم نہیں ہوئی ہے آگے چل کر تو انہوں نے وہ بنیاد ہی کھود ڈالی ہے جس پر دیوبندی مذہب کا ایوان کھڑا ہے

جس بے دردی کے ساتھ انہوں نے اپنی جماعت کے اندازِ فکر کا قتل عام کیا ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے :-

منکرینِ کلمہ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"بہت سے معاملات اصلیہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں زیرِ عمل نہیں آئے تھے ان کا جواز اصولِ اصلیہ کے تحت جائز ہوا بہت سے اجتہادی مسائل جو زمانہ صحابہ میں زیرِ عمل تو کیا زیرِ علم بھی نہیں آئے مگر بعد میں کسی اصولِ شرعیہ سے مستنبط ہوئے تو وہ اس لیے ناجائز قرار نہیں پا سکتے کہ ان کے بارے میں صحابہ کا عمل منقول نہیں ہے۔ پس ایسے مسائل پر جب بھی امت عمل پیرا ہو جائے۔ اسے اس کا حق ہے اور وہ عمل شرعی ہو کر ہی ادا ہو گا"

(کلمہ طیبہ ص۱۱۲)

حالات کی ستم ظریفی بھی کتنی عجیب و غریب ہوتی ہے کہ کل تک میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے جواز پر یہی دلائل ہم پیش کرتے تھے تو ہماری گفتگو سمجھ ہی میں نہیں آتی تھی لیکن آج اپنا معاملہ آن پڑا ہے۔

چلیے ہماری بات نہ سہی اپنی ہی بات مان کر اب تو راہِ راست پر آجایئے، اور میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کی مذمت سے توبہ کر لیجئے اب تو صرف اس لیے ان امور کو ناجائز نہ کہیے کہ ان کے بارے میں صحابہ کرام کا عمل منقول نہیں ہے۔

ذہنی زلزلہ

توحید پرستی کے غرورِ باطل میں سنی مسلمانوں کو بے دریغ

مشرک، بدعتی اور قبر پرست کہنے والوں کی ایک عبرت انگیز کہانی سنیئے۔

دیوبندی فرقے کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کا سوانح نگار اپنی کتاب اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"کسی بارات میں تشریف لے جارہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کردیا ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے انہوں نے ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانے شروع کئے چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر بے سروسامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہوگئے شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں گے۔ اس لیے اس نے ظاہر کردیا اور پھر آپ تشریف نہ لائے یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے"

(اشرف السوانح صہ ۱۲ جلد اوّل)

اللہ اکبر! ہم انبیاء و مرسلین شہدائے مقربین اولیاء اللہ کی ارواحِ طیبات کے بارے میں اگر یہ عقیدہ رکھ لیں کہ خدائے قدیر نے انہیں برزخ میں زندوں کی طرح حیات اور تصرف کی قدرت بخشی ہے تو بدعت و شرک مردہ پرستی اور جاہلیت کے طعنوں سے زندگی اجیرن ہو جائے۔

دار الافتاء بادل کی طرح گرجنے اور برسنے لگیں، لیکن تھانوی صاحب کے جدِ مقتول کے متعلق اس عقیدہ کی اشاعت پر کہ زندوں کی طرح گھر پلٹ کر آئے بالمشافہ باتیں کیں، مٹھائی پیش کی اور اسی شان سے عرصۂ دراز تک آتے رہے کوئی بھی گریبان نہیں تھامتا، کوئی عقیدہ کو شرک نہیں ٹھہراتا کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ عالمِ برزخ میں مٹھائی کی دکان کب سے کھلی ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس طرح کے اختیارات کی دلیل کہاں ہے کوئی عقل وانصاف کا خوگر جو دیوبندی مولویوں سے جاکر پوچھے کہ جو عقیدہ رسول ونبی، غوث وخواجہ اور قطب ومخدوم کی بابت شرک ہے وہی تھانوی صاحب کے پر دادا کی بابت کیوں کر ایمان بن گیا ہے۔

آنکھوں میں دھول جھونک کر توحید پرستی کا یہ ڈھونگ آخر کب تک رچایا جائے گا۔

ایک اور دھماکہ خیز واقعہ

قاری طیب صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند بیان کرتے ہیں کہ ایک بار دار العلوم کے مدرسین کے درمیان بہت بڑا ہنگامہ ہوا، مولوی محمود الحسن بھی اس ہنگامہ میں ایک فریق کے ساتھ ہو گئے جھگڑا طول پکڑ گیا اور حالات نہایت سنگین ہو گئے۔ اس کے بعد کی سرگذشت قاری طیب ہی کے الفاظ میں سنیئے۔ فرماتے ہیں :۔

”اسی دوران میں ایک دن علی الصبح بعد نمازِ فجر مولانا رفیع الدین صاحب نے مولانا محمود الحسن کو اپنے حجرہ میں بلایا (جو دار العلوم دیوبند

ہی تھے) مولانا حاضر ہوئے اور بندہ حجرہ کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوا۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔ فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی (بانی و مہتمم دیوبند) رحمۃ اللہ علیہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اور میرا لباس تر بہ تر ہوگیا اور فرمایا کہ محمود الحسن کو کہدو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے بس میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔ مولانا نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا۔

(ارواح ثلاثہ ص۲۴۲)

اب ایک نیا تماشا اور ملاحظہ فرمائیے کہ قاری طیب صاحب کی اس روایت پر تھانوی صاحب نے اپنا حاشیہ چڑھایا اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ تاویل فرمائی۔

"یہ واقعہ روح کا تمثل تھا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ جسد مثالی تھا مگر مشابہ جسد عنصری کے، دوسری صورت یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسد عنصری تیار کر لیا ہو۔

(ارواح ثلاثہ ص۲۴۳)

لاالٰہ الااللہ! دیکھ رہے ہیں آپ۔ اس ایک واقعہ کے ساتھ کتنے عقیدے لپٹے ہوئے ہیں۔ مولوی قاسم نانوتوی کو اگر علم غیب نہیں تھا تو عالم برزخ میں ان سے کس نے جاکر کہہ دیا تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں بڑا سخت ہنگامہ ہو گیا ہے مولوی محمود الحسن بھی ایک

فریق میں شامل ہو گئے ہیں، آپ چل کر انہیں منع کر دیجئے اور روح کی قوت تصرف کا کیا کہنا اس عالم میں دوبارہ آنے کے لئے اس نے خود ہی آگ، پانی، ہوا اور مٹی کا ایک انسانی جسم تیار کیا اور خود ہی اس میں داخل ہو کر زندگی کے آثار اور نقل و حرکت کی قوت پیدا کی اور قبر سے اٹھ کر سیدھی دیوبند کے مدرسے میں چلی آئی۔

مولوی قاسم نانوتوی کی روح کے لئے یہ خدائی اختیارات بلا چون و چرا مولوی رفیع الدین صاحب نے بھی تسلیم کر لیے، مولوی محمود الحسن نے بھی مان لیا اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا کیا کہنا انہوں نے تو جسم انسانی کا خالق ہی اسے بنا دیا اور اب قاری طیب صاحب اس کی اشاعت فرما رہے ہیں۔

ہے کوئی غیرت مند مسلمان! جو ان قصہ نویسوں سے پوچھے کہ روحانی تصرف کے اختیارات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء و شہداء کے لئے تم شرک جلی سمجھتے ہو اور جس بنیاد پر تمہارے مذہب و فکر کی پوری عمارت کھڑی ہے اب وہی شرک جلی مولوی قاسم نانوتوی کے لئے کیسے ایمان و اسلام بن گیا ہے۔

شرک کے سایہ میں بیٹھ کر توحید پرستی کا راگ الاپنے والو! شرم کرو، وہ صبح بہت جلد طلوع ہو گی جبکہ تمہارے فریب کا دامن چاک ہو جائے گا۔

رسول دشمنی کی انتہا ہوگئی

یوپی میں ہردوئی نام کا ایک شہر ہے وہاں سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے" تارکِ فرض حج سے ضروری گذارش" اشتہار کے مرتب دیوبندی فرقے کے ایک رہنما مولوی حافظ ابرارالحق ہیں۔ اشتہار کا عنوان پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو لوگ حج کی فرضیت کے باوجود حج نہیں کرنے جاتے اس اشتہار کے ذریعے انہیں فہمائش کی گئی ہوگی۔ لیکن اندر کے مضمون میں جس چابکدستی اور فریب کاری کے ساتھ مسلمانوں کے دل سے مدینہ شریف کی زیارت کی اہمیت ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ انتہائی درجہ ملامت کے قابل ہے۔

بطور نمونہ اشتہار کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے۔

لکھتے ہیں :۔

"جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنا روپیہ پیسہ دیا ہے کہ مکہ شریف جاسکتے ہیں ان پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مدینہ شریف جانے کے مصارف نہ ہوں۔"

کیا سمجھے آپ! مقصود حج کی فرضیت کا نصاب بتانا نہیں ہے اصل مدعا یہ ہے کہ لوگ مدینہ نہ جائیں مکہ ہی سے واپس لوٹ آئیں ابھی دل کے چھپے ہوئے جذبۂ نفاق کی حسرت پوری طرح نہیں نکلی۔

آگے مزید وضاحت فرماتے ہیں :۔

"آپ کے دوستوں اور عزیزوں میں جن کو اللہ تعالےٰ نے

بہت سے لوگ
مال دیا ہے ان کو اس بات سے آگاہ کردیں کہ
اس خیال میں رہتے ہیں کہ جب تک مدینہ شریف کی رقم کا انتظام
نہ ہو حج فرض نہیں ہوتا، یہ بات درست نہیں۔ ۔ ۔ ۔ جب حج
فرض ہوجائے تو اس کو فوراً ادا کرنا چاہیے۔ اس میں سستی نہ کی جائے۔
کیونکہ اس کے لئے حدیثوں میں بہت سخت دھمکی اور وعید آئی ہے"۔

یہ تحریر پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے لاکھوں عازمین حج مکے کا کرایہ لیے ہوئے صرف اس انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ مدینے جانے بھر کے لیے چند پیسے اور جمع ہوجائیں تو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے رختِ سفر باندھا جائے۔ گویا حج کی راہ میں لے دے کے صرف ایک مدینے کا خرچ حائل ہے۔ ورنہ اب تک ہندوستان کا چوتھائی حصہ حاجیوں سے پٹ گیا ہوتا۔

غور فرمایئے! مکے سے مدینے آنے جانے کے لئے جتنے پیسے صرف ہوتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ رقم تحائف اور سامانوں کی خریداری پر صرف کی جاتی ہے اور قریب قریب ہر حاجی اسے اپنے سفر کا لازمی حصہ سمجھتا ہے۔ لیکن ظالم نے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ یہ بالکل غیر ضروری خرچ ہے۔ اس کے انتظام کے لئے حج کو مؤخر کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ لے دے کر صرف ایک مدینے کا خرچ اس بد اندیش کو مکے کی راہ میں حائل نظر آیا حالاں کہ فریضۂ حج ترک کرنے کی اور بھی بہت ساری صورتیں ہیں جن میں ۹۰ فیصدی لوگ مبتلا ہیں۔

مثلاً نمبر۱: کسی کے پاس اتنا مال ہے کہ اس سے حج کرسکتا ہے مگر اس مال سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ نکاح

نہ کرے بلکہ اس مال کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے صرف کرے۔
(عالمگیری)

نمبر ۲۔ کسی کے پاس زائد مکان ہے کہ اس میں رہتا نہیں ہے تو
اسے بیچ کر حج کرنا فرض ہے (شامی)

نمبر ۳۔ کسی کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ اس سے حج کر سکتا ہے۔ مگر
مکان وغیرہ خریدنے کا ارادہ ہے تو اس روپیہ سے حج کرنا فرض ہے،
دوسرے مصرف میں اس کا لگانا جائز نہیں ہے (ردالمحتار)

نمبر ۴۔ طب، ریاضی اور دوسرے فن کی غیر مذہبی کتابیں اگر کسی
کے پاس اتنی ہوں کہ انہیں بیچ کر حج کر سکتا ہے تو اس پہ حج فرض
ہے اگرچہ وہ کتابیں اس کے استعمال میں رہتی ہوں (عالمگیری)

نمبر ۵۔ یونہی دینی کتابیں اگر کسی بے علم کے پاس ہوں اور اتنی ہوں کہ
انہیں بیچ کر حج کر سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے۔

غور فرمائیے!

یہ ساری صورتیں حج کے فرض ہونے کی ہیں اور اس کے بعد بھی
اگر کبھی حج کرنے نہیں جاتا تو یقیناً از روئے شرع وہ فریضۂ حج کے
تارکین کے زمرے میں ہے لیکن ذرا دل کی شقاوت کا اندازہ لگائیے کہ
ان ساری تفصیلات سے نظر چرا کر صرف مدینہ ہی اس بدنصیب کی آنکھ
میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے اور اس کے نزدیک صرف وہی حج کا
تارک ہے جو مکے سے مدینے تک کے لئے کرائے کے انتظار کے
لئے بیٹھا رہتا ہے۔

حالانکہ مکے سے مدینے آنے جانے کا خرچ سو ڈیڑھ سو ریال

سے زیادہ نہیں ہے اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں کہ سفر حج کے دوران میں ہر حاجی کی جیب میں سے صرف متفرقات کے ذیل میں اتنے روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں مشکل ہی سے کوئی ایسا کنگال حاجی ملے گا جس کے پاس صرف مکہ آنے جانے کا کرایہ ہو اور وہ مدینہ جانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

مدینے شریف کی زیارت کی شرعی حیثیت

مدینے کی زیارت اگرچہ فریضۂ حج کے ارکان میں شامل نہیں ہے مگر جتنی شد و مد کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے اس نے اُسے تقریباً وجوب کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ جو اپنی زندگی میں مدینے کی زیارت کا اہتمام نہیں کرتا وہ دل کا بہت بڑا شقی اور اخروی سعادتوں کا کھلا ہوا محروم ہے۔ زیارت مدینہ کے موضوع پر ذیل میں چند مستند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جس سے اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ لگ جائے گا۔

حدیث ۱: من زار قبری وجبت له شفاعتی (دار قطنی، بیہقی)

ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی۔

حدیث ۲: من جاءنی زائرًا لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعًا یوم القیٰمة (طبرانی)

ارشاد فرمایا جو صرف میری زیارت کے لئے مدینے آیا کہ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد شریک سفر نہ تھا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں (طبرانی)

حدیث ۳: من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی (کامل ابن عدی)

جس نے حج بیت اللہ کیا اور میری زیارت کو نہ آیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

حدیث ۴: من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی (طبرانی)

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو بالکل ایسا ہے جیسے اس نے میری حیات ظاہری میں میری زیارت کی۔

حدیث ۵: من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیامۃ (ابو جعفر عقیلی)

جس نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے جوارِ رحمت میں رہے گا۔

حدیث ۶: من زارنی حتی ینتھی الی قبری کنت لہ یوم القیامۃ شفیعاً (عقیلی)

جس نے میری زیارت کی یہاں تک کہ میری قبر پر چلکر پہنچا تو قیامت کے دن اس کا شفیع و یاور ہوں گا۔

عشق و ایمان کے بھرپور جذبے میں ذرا ان حدیثوں پر غور فرمایئے یہ تسلیم کہ مدینہ شریف کی زیارت حج کی طرح فرض نہیں ہے لیکن کیا ایک مسلمان کے لئے یہ ممکن ہے کہ مدینے کی زیارت کے اشتیاق سے وہ اپنے دل کو خالی کر دے۔ مدینے کی زیارت کی اہمیت کو برقرار رکھتے ہوئے حج کی شرعی حیثیت سے کون بدنصیب انکار کر سکتا ہے۔ دراصل ماتم اس شقاوت و بدبختی کا ہے کہ فریضۂ حج کو گفتگو کا نشانہ بنا کر زیارتِ مدینہ کے خلاف جو ایک مہم چلائی جا رہی ہے وہ ایک مسلمان کی روحانی امنگوں کے لئے کتنی شرمناک سازش ہے۔

دیوبند کا تقویۃ الایمان مکتبۂ فکر ہمارے علم و خبر سے اوجھل نہیں ہے ہم خوب سمجھ رہے ہیں کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کا مسئلہ صرف زیبِ عنوان کے لئے ہے ورنہ دراصل مقصود اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کرنا ہے کہ روضۂ انور کی زیارت کے لیے مدینہ شریف جانا شرک ہے جیسا کہ دیوبندی

فرقے کے امام اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں اس عقیدے کی صراحت کی ہے۔

سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کے خلاف بالکل پہلی بار ہر دوئی سے ایک کھلی ہوئی مہم کا آغاز کیا گیا ہے جو ابھی چند در چند مصلحتوں کے پیش نظر کعبے کے غلاف میں لپٹی ہوئی ہے۔ مسلمانوں نے اگر اس مہم کو گوارا کر لیا تو وہ دن دور نہیں ہے جبکہ مدینے کی راہ میں دیوار حائل بن کھڑے ہونے کی مہم شروع کر دیں گے۔